28

ہر قوم اور ہر جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات کو احسن طریق سے دنیا میں پھیلائے

اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان دلائل و شواہد پر اپنے معتقدات کی بنیاد رکھے

(فرمودہ یکم نومبر 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"آج دوست معمول سے زیادہ تعداد میں جمع ہیں اور مستورات بھی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کی طرف سے اس قدر شور و ہنگامہ کی آوازیں آ رہی ہیں کہ غالباً دائیں طرف کے ایک حصہ کے لئے خطبہ کا سننا بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ یہ اجتماع ہمارے عام محاورہ کے مطابق رمضان کو وداع کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں میں سے کئی تو وہ ہیں جنہوں نے رمضان کا استقبال کیا اور پھر رمضان کی صحبت میں مہینہ بھر رہے اور اس کی برکتوں کو انہوں نے حاصل کیا۔ وہ آج اس شوق سے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ جس مہینہ نے ہم پر اتنا بڑا احسان کیا ہے آؤ ہم اس کو رخصت بھی کریں تا وہ ہماری محبت کے جذبہ کو دیکھ کر

ہمیں اپنی برکتوں سے پھر بھی حصہ دے اور اپنی روحانی نعمتوں سے ہمیں پھر بھی مالا مال کرے مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے رمضان کا استقبال نہیں کیا تھا اور نہ انہوں نے اس کی برکات سے کوئی فائدہ اٹھایا۔ وہ بھی آج اس مہینہ کو رخصت کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں مگر ان کا آنا بالفاظ دیگر اس لئے ہے کہ وہ رمضان سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہؤا جو تم جا رہے ہو۔ تمہارے آنے کی وجہ سے ہم ایک مصیبت میں پھنس گئے تھے اور ہمیں خواہ مخواہ لوگوں کی شرمندگی سے بچنے کے لئے بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا تھا اب اچھا ہؤا جو تم جا رہے ہو اور ہمیں اس بلا سے نجات ملی۔ دونوں قسم کے لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق پھل کھالیں گے۔ وہ جس نے رمضان کو پایا اور اس کی برکات سے اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اس کا وداع برکت والا وداع ہے اور وہ ایسا ہی وداع ہے جیسے ایک دوسرے دوست کو الوداع کہتا ہے اس کا وداع اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دوست سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ اس لئے اسے وداع کرنے جاتا ہے تا اس کا دوست اس پر پھر بھی مہربان رہے اور وہ پھر بھی اس کے پاس آتا رہے۔ مگر وہ جنہوں نے رمضان سے تو کوئی فائدہ نہیں اٹھایا مگر آج اسے وداع کرنے کے لئے آگئے ہیں ان کے وداع کے معنے یہ ہیں کہ اچھا ہؤا جو تجھ سے چھٹکارا حاصل ہؤا۔ ان دونوں قسم کے آدمیوں کو ان کی نیتوں کے مطابق بدلہ ملے گا۔ وہ جو پہلا گروہ ہے جس نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جو محبت اور اخلاص کے جذبات کے ساتھ اسے وداع کرنے کے لئے آیا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے لئے دعا کریں گے اور کہیں گے خدا تجھے اور بھی کئی رمضان نصیب کرے اور تجھے توفیق دے کہ تو اس کی برکتوں سے فائدہ حاصل کرے مگر وہ جو آج رمضان کو اس نیت سے الوداع کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ انہیں ایک مصیبت سے نجات ملی ان کو آج کی نماز کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی کیونکہ وہ رمضان کی عزت کرنے نہیں بلکہ اس کی ہتک کرنے آئے ہیں۔

اس کے بعد میں ایک اور امر کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ چند دن ہوئے ہماری جماعت کے ایک دوست نے مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک مخالف شخص نے کچھ ٹریکٹ دینے چاہے جن کے

لینے سے مَیں نے انکار کر دیا لیکن اس نے اصرار کیا اور کہا کہ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری باتوں کو سنیں اور ٹریکٹ لینے سے انکار نہ کریں۔ اس دوست نے لکھا ہے کہ مجھے ایک عام اعلان کے ذریعہ جماعت کے دوستوں کو ایسے لوگوں کا لٹریچر پڑھنے سے روک دینا چاہیئے کیونکہ اس طرح جماعت کا کمزور طبقہ متاثر ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔

میں اس بارہ میں پہلے بھی اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک پبلک جگہوں میں یا ایسے مقامات جہاں کسی خاص قوم کو کوئی امتیازی حق حاصل نہ ہو وہاں اس کا کوئی جتھا نہ ہو اور بظاہر امن میں خلل واقع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کو پھیلانے کا حق رکھتا ہے اور اگر ہم اسے روک دیں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ بیرونی مقامات میں جب ہمارا کوئی احمدی ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کرنے لگے اور دوسرے لوگ اسے روک دیں یا ٹریکٹ لینے اور پڑھنے سے انکار کر دیں تو وہ بھی اپنے رویہ میں حق بجانب سمجھے جائیں۔ حالانکہ اگر کسی جگہ ہمارا کوئی احمدی اپنے ٹریکٹ تقسیم کرتا ہے اور لینے والا نہیں لیتا تو یہ امر اس کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے مگر بہر حال ہم غیروں کو اپنے ٹریکٹ دیتے ہیں اور جب دیتے ہیں تو جو حق ہمیں حاصل ہے وہی حق دوسروں کو بھی حاصل ہونا چاہیئے۔ مذہب دنیا میں امن پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں فساد پیدا کرنے کے لئے نہیں آتے اور اگر ہم ایک سچے مذہب پر قائم ہیں تو لازماً ہمیں دنیا کو وہ حریت اور آزادی دینی ہوگی جس کے بغیر دنیا کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ تو لینے والے کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے۔ مثلاً فرض کرو کسی کے ہاتھ میں پہلے ہی بہت سی کتابیں ہوں یا اور کوئی سامان اس نے اٹھایا ہوُا ہو تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں اس وقت نہیں لے سکتا۔ یا ممکن ہے وہ ٹریکٹ اس نے پڑھا ہوُا ہو تو اس صورت میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس ٹریکٹ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر اسے پڑھنے کی فرصت ہی نہیں تو اس عذر کی بناء پر بھی وہ کوئی ٹریکٹ لینے سے انکار کر سکتا ہے لیکن اگر دینے والا دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دوسرا شخص غلطی پر ہے اور میرا فرض ہے کہ میں اس کی اصلاح کروں تو اگر دیانتداری کے ساتھ اس کی نیت اسی حد تک ہے اور وہ دوسرے کی خیر خواہی و اصلاح کے جذبہ کے ماتحت اپنا کوئی ٹریکٹ دوسرے کو پڑھنے کے لئے دیتا ہے

تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے تقسیم کرنے یا اپنی جماعت کے دوستوں کو ان کے لینے اور پڑھنے سے منع کریں۔ جس چیز کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے اور جسے ہم ناپسند کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اشتہار بازی یا ٹریکٹوں کی تقسیم وغیرہ سے کوئی فتنہ اٹھایا جائے اور یا پھر ہم اس امر کو ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی شخص رات کو اٹھ کر کسی کے خلاف کارٹون لگا دے۔ اگر اس میں جرأت اور دلیری ہے تو وہ کیوں اپنی پنچایت، اپنی مجلس، اپنی جماعت اور اپنی قوم کے بزرگوں کے سامنے اس معاملہ کو نہیں رکھتا اور انہیں کیوں نہیں بتاتا کہ فلاں خرابی کو دور کرنا چاہیئے اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اس نے ایک بے دلیل بات بیان کر دی مگر جو جواب دینے والا ہے وہ حیران ہے کہ وسوسہ ڈال کر وہ بھاگ کہاں گیا۔ تو یہ چیزیں ہیں جنہیں ہم ناپسند کرتے ہیں لیکن عَلَی الْاِعْلَان کسی کو اشتہار یا ٹریکٹ دینا ہرگز کوئی ناپسندیدہ طریق نہیں۔ بشرطیکہ اس میں گالیاں نہ ہوں اور بشرطیکہ اس کی نیت فساد کی نہ ہو۔ اگر اس طریق کو روک دیا جائے تو مذہب دنیا میں کبھی پھیل ہی نہیں سکتا۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخالف تھے انہیں آپؐ کی باتیں سننا ناگوار ہی گزرتا تھا مگر کیا اس وجہ سے انہیں حق تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں کے پھیلانے سے روک دیتے یا اس زمانہ میں تو پریس نہیں تھا مگر کیا موجودہ زمانہ میں غیر احمدیوں کو حق حاصل تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہتے کہ آپؑ ہم میں اپنے اشتہار یا ٹریکٹ کیوں تقسیم کراتے ہیں۔ پس اس قسم کی باتوں کو روکنا حماقت کی بات ہے۔ ہر قوم کا حق ہے کہ وہ اپنے خیالات کو احسن طریق پر دنیا میں پھیلائے اور چاہے تو اشتہار تقسیم کرے اور چاہے تو ٹریکٹ دے۔ یہ لینے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو لے اور چاہے تو نہ لے۔ مگر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے کو اپنے لٹریچر کی تقسیم سے روک دے۔ یہ تو اشاعت لٹریچر کے متعلق میں نے ایک اصول بیان کیا ہے لیکن میں اسی حد تک اپنی بات کو محدود نہیں رکھتا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک کسی قوم کو بُھورے میں بٹھا دینا اس سے انتہاء درجہ کی دشمنی اور اس کی ترقی کی جڑ پر اپنے ہاتھوں سے تبر رکھنا ہے۔ جو قوم بُھورے میں بند کر کے بٹھا دی جائے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی اور نہ کبھی عزت اور عروج کو حاصل کر سکتی ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے بچوں کو گھروں میں سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں

اور انہیں تاکید کرتے رہتے ہیں کہ دیکھنا باہر نہ جانا، دیکھنا فلاں فلاں سے نہ ملنا وہ اپنے ماں باپ کی موجودگی میں تو الگ تھلگ رہتے ہیں لیکن جب ان کے سروں سے ماں باپ کا سایہ اٹھ جاتا ہے تو وہ اول درجہ کے آوارہ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان کے جذبات دبے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ نہ معلوم فلاں فلاں لڑکے میں کیا بات ہے کہ ہمارے ماں باپ ہمیں ان سے ملنے نہیں دیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ماں باپ سر پر نہیں رہتے تو چونکہ ان کے دل میں مدتوں سے جذبات دبے ہوئے ہوتے ہیں وہ ان سے ایسے شوق اور ایسی محبت سے ملتے ہیں کہ بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں لیکن دوسرا لڑکا جس کی گو جائز نگرانی کی جاتی ہو مگر اسے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے بھی منع نہ کیا جاتا ہو وہ جب آوارہ لڑکوں کو دیکھتا اور ان کے انجام پر نظر دوڑاتا ہے تو کبھی غلطی نہیں کرتا اور بالعموم اس کا ایسا مضبوط کیریکٹر رہتا ہے کہ لوگ اس پر ڈورے نہیں ڈال سکتے۔ مسلمانوں کے تنزّل کا بھی زیادہ تر یہی سبب ہؤا کہ وہ غیر مذاہب کی کتب کے پڑھنے سے غافل ہو گئے۔ چنانچہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان کسی عیسائی کی کتاب نہیں پڑھیں گے، کسی ہندو کی کتاب نہیں پڑھیں گے، کسی اور مذہب والے کی کتاب نہیں پڑھیں گے۔ صرف اپنے ہی مذہب کی کتاب پڑھتے رہیں گے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ عیسائی کیا کہتے ہیں، ہندو کیا باتیں پیش کرتے ہیں۔ اس لئے جب ہندو یا عیسائی ان سے کسی مذہبی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں تو وہ آسانی سے ان کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن عیسائی دوسرے مذاہب کی کتب کو خوب غور سے پڑھتے ہیں اور خواہ ان کے سامنے کتنی ہی زبردست دلیلیں پیش کی جائیں ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پس بجائے اس کے کہ میں اس قسم کے لٹریچر کی اشاعت کو ناپسند کروں اور جماعت کو اس کے پڑھنے سے روک دوں۔ میں تحریک کرتا ہوں کہ جماعت کو اپنی فرصت کے اوقات میں اس قسم کا لٹریچر ضرور پڑھنا چاہیئے اگر تمہیں معلوم ہی نہیں کہ مخالف کیا کہتا ہے تو تم اس کا جواب کیا دو گے؟ اور اگر ہماری جماعت کے بعض لوگ اتنے ہی کمزور ہیں کہ وہ مخالف کی ایک کتاب پڑھ کر اپنا ایمان چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے تو ایسے لوگوں کو سنبھالنے سے کیا فائدہ؟ ایک شاعر نے طنزاً کہا ہے کہ

کیا ڈیڑھ چُلّو پانی سے ایمان بہہ گیا

اس نے تو ایک ناجائز چیز کا ذکر کر کے کہا ہے کہ کیا میں اس کا ڈیڑھ چُلّو پی کر ہی کافر ہو گیا مگر جو جائز باتیں ہیں ان کے متعلق ہم یہ کہاں فرض کر لیں کہ ہماری جماعت میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کا ایمان مخالفوں کا ایک اشتہار یا صرف ایک ٹریکٹ یا ایک کتاب پڑھنے سے ہی ضائع ہو جائے گا اور وہ ایسا متاثر ہو گا کہ احمدیت کو چھوڑ دے گا اور اگر کوئی متاثر ہو گا تو اسی وجہ سے کہ ہم نے اسے احمدیت کی حقانیت کے دلائل پوری طرح نہیں سمجھائے ہوں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی قوم دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی اس ذمہ داری کو جو قوم کے تمام افراد کو صحیح تعلیم دینے سے تعلق رکھتی ہے ادا کرنے میں سست ہو جاتی ہے۔ اس قوم کے افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم نے دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے اپنی تمام قوم کو منع کر دیا ہے تو وہ غیر کے اثرات سے متاثر ہی کب ہو گی گویا وہ اصلاح کا ایک شارٹ کٹ تجویز کرتے ہیں حالانکہ اس سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن راستہ اور کوئی نہیں۔ جب ہم اپنی جماعت کے افراد کو یہ آزادی دیں گے کہ وہ دوسرے کے لٹریچر کو بھی پڑھیں تو لازماً ہمیں یہ فکر رہے گا کہ ہم دوسروں کے پیدا کردہ شبہات کا بھی ازالہ کریں اور اس کے تردیدی دلائل ان کے ذہن نشین کریں۔ لیکن اگر ہم انہیں دوسروں کا لٹریچر پڑھنے سے ہی منع کر دیں گے تو لازماً ہم تعلیمی پہلو میں سست ہو جائیں گے اور ہمیں یہ احساس نہیں رہے گا کہ دوسروں کے دلائل کا جواب بھی اپنے افراد کو سکھانا چاہیئے۔ چنانچہ فرض کرو اگر ہم کہہ دیں کہ جماعت کا کوئی شخص دوسروں کا لٹریچر نہ پڑھے تو چونکہ حیاتِ مسیح کے دلائل جو وہ پیش کرتے ہیں انہی کی کتب میں سے مل سکتے ہیں اس لئے یہ دلائل ہماری جماعت کی نظروں سے مخفی رہیں گے اور ان کا کوئی جواب ہمارے افراد کو نہیں آئے گا۔ اسی طرح ہم وفات مسیح کے دلائل بھی زیادہ توجہ سے اپنے افراد کو نہیں سکھا سکیں گے کیونکہ وفات مسیح کے دلائل کی ضرورت بھی حیات مسیح کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہی پیش آیا کرتی ہے لیکن اگر دوسرا شخص حیات مسیح کے دلائل پیش کرے اور وہ دلائل ہماری جماعت کے

افراد کے سامنے آتے رہیں تو ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ انہیں وفات مسیحؑ کے دلائل بھی سمجھائیں۔ اسی طرح اگر ہم کہہ دیں کہ مسئلہ نبوت کے بارہ میں کسی مخالف کی کوئی کتاب نہ پڑھی جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ اپنی جماعت کو اپنے عقیدہ کے دلائل بتانے میں بھی ہم سست ہو جائیں گے اور جو لوگ وفات مسیح یا مسئلہ نبوت کو ہم میں ماننے والے ہوں گے وہ بھی عَلٰی وَجْہِ الْبَصِیْرَتْ ان مسائل پر قائم نہیں ہوں گے بلکہ تقلیدی رنگ میں ہوں گے حالانکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان دلائل اور شواہد کی بناء پر اپنے تمام اعتقادات رکھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کا یہی دعویٰ بیان ہوا ہے کہ میں اور میرے متبع دلائل سے اسلام کو مانتے ہیں مگر تم اپنی باتوں پر بے دلیل قائم ہو اور جو قوم کسی بات کو بے دلیل مان لیتی ہے وہ کبھی برکت حاصل نہیں کر سکتی۔ برکت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بادلیل مانے، چاہے وہ سچے مذہب میں ہی کیوں شامل نہ ہو۔ اگر ایک مسلمان اس لئے خدا کو ایک سمجھتا ہے کہ اس کے ماں باپ خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ اگر ایک مسلمان اس لئے نمازیں پڑھتا ہے کہ اس نے اپنے ماں باپ کو ہمیشہ نمازیں پڑھتے دیکھا۔ اگر ایک مسلمان اس لئے روزے رکھتا ہے کہ اس نے اپنے ماں باپ اور اپنی قوم کے افراد کو روزے رکھتے دیکھا۔ اگر ایک مسلمان اس لئے زکوٰۃ دیتا ہے کہ اس کی قوم زکوٰۃ دیتی ہے اور اگر ایک مسلمان اس لئے حج کرتا ہے کہ اور لوگوں کو بھی وہ حج کرتے دیکھتا ہے تو قیامت کے دن اس کی توحید، اس کی نمازیں، اس کے روزے، اس کی زکوٰۃ اور اس کا حج اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ خدا کہے گا کہ بے شک تم نے توحید کے عقیدہ پر ایمان رکھا مگر میں اس کا ثواب تمہارے ماں باپ کو دوں گا جنہوں نے دلائل سے میری وحدانیت پر ایمان رکھا تھا۔ اسی طرح بے شک تم نے نمازیں بھی پڑھیں، تم نے روزے بھی رکھے، تم نے زکوٰۃ بھی دی، تم نے حج بھی کیا مگر چونکہ یہ تمام اعمال تم نے دوسروں کو دیکھ کر کئے اور خود ان اعمال کی حقیقت اور حکمت کو نہ سمجھا اس لئے جو لوگ نمازیں سمجھ کر پڑھا کرتے تھے، روزے سمجھ کر رکھا کرتے تھے، زکوٰۃ سمجھ کر دیا کرتے تھے اور حج سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ میں ان تمام نیکیوں کا ثواب ان کو دوں گا نہ کہ تمہیں۔ اس طرح ہر نیکی کا ثواب مارا جائے گا اور وہ ان لوگوں کو دیا جائے گا جنہوں نے

سوچ سمجھ کر نیکیاں کی ہوں گی۔

پس یہ طریق بڑا خطرناک ہے جو قوموں کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جس کو جلد سے جلد دور کرنا چاہیئے۔ بے شک ایسی باتیں جن سے فتنہ پیدا ہونے کا امکان ہو اُن سے روکنا ہمارے لئے ضروری ہوتا ہے مگر لٹریچر ایسی چیز نہیں کہ اس کے پڑھنے سے کسی کو روکا جاسکے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ ہماری جماعت کے افراد میں سے جن کو بھی فرصت ہو وہ مخالفین کے لٹریچر کو ضرور پڑھیں۔ ہاں ہمارا یہ مطالبہ ہر وقت رہے گا کہ وہ صرف مخالفانہ لٹریچر کو ہی نہ پڑھیں بلکہ اپنے لٹریچر کو بھی بار بار پڑھیں۔ پس مَیں تمہیں دوسروں کے اشتہارات یا پمفلٹ یا کتب پڑھنے سے منع نہیں کرتا بلکہ مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ تم عیسائیوں کی کتابیں بھی پڑھو، تم یہودیوں کی کتابیں بھی پڑھو، تم آریوں کی کتابیں بھی پڑھو اور جتنی جتنی تمہیں فرصت ہو اس کے مطابق ان کے لٹریچر کا مطالعہ جاری رکھو۔ یہ مطالعہ تمہارے لئے مُضِر نہیں بلکہ مفید ہے اور جتنا زیادہ یہ مطالعہ بڑھے گا اتنا ہی تمہارا کیریکٹر مضبوط ہو گا اور دوسروں کے حملوں سے تم محفوظ رہو گے۔ کیونکہ تم جانتے ہو گے کہ تمہارا مخالف کیا کہتا ہے اور تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اب اگر میرے سامنے کوئی عیسائی آئے اور کہے کہ مسیح ابن اللہ تھے تو مجھ پر اس کی اس بات کا کوئی اثر نہیں ہو گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسیحؑ کو کن معنوں میں ابن اللہ کہا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مسیحؑ ایک بشر تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے ابن اللہ ہونے کے کیا دلائل ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جن قرآنی آیات سے وہ مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے کا استدلال کرتے ہیں ان کا کیا مفہوم ہے؟ میں نے ان کے اعتراضوں کو پڑھا ان کے جوابات کو سمجھا اور مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ جن آیات سے وہ حضرت مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے کا استدلال کرتے ہیں ان کے معنے وہ نہیں جو وہ کرتے ہیں بلکہ اور ہیں۔ مثلاً اگر کوئی عیسائی کہے کہ قرآن میں حضرت مسیحؑ کے متعلق رُوْحٌ مِّنْهُ [1] کے الفاظ آتے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ روح اللہ تھے۔ تو میں اس سے قطعاً نہیں گھبراؤں گا کیونکہ مجھے اس اعتراض کا جواب آتا ہے اور جب آتا ہے تو میرے لئے گھبرانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ تو غیروں کی باتوں کا پڑھنا بشرطیکہ جس مذہب میں انسان داخل ہو اس کی اسے پوری

واقفیت حاصل ہو نہ صرف جائز ہے بلکہ نہایت ضروری اور مفید ہے بلکہ اگر کبھی فرصت ہو تو اس قسم کے ٹریکٹوں کو مساجد میں پڑھ کر سنا دینا چاہیئے اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہیئے کہ دوسروں نے یہ یہ اعتراض کیا ہے اور ان اعتراضات کے یہ یہ جوابات ہیں۔ مگر اس قسم کے ٹریکٹوں کا سنانا باقی تمام ضروریات پر مقدم نہیں کر لینا چاہیئے یعنی یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قرآن کا درس چھوڑ دیا جائے، حدیث کا درس چھوڑ دیا جائے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس چھوڑ دیا جائے۔ اسی طرح اور وعظ و نصیحت کی باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور مخالف ٹریکٹوں کو سنانا شروع کر دیا جائے یہ سخت بد دیانتی ہے کہ انسان جس مذہب میں شامل ہو اس کے متعلق تو ابھی اسے پوری واقفیت حاصل نہ ہو اور دوسروں کے لٹریچر کو پڑھنے میں وہ مشغول ہو جائے۔ تم پہلے اپنی جماعت کے لٹریچر کو پڑھو اور جب احمدیت کے عقائد، احمدیت کی تعلیم اور احمدیت کے دلائل سے تم پوری طرح آگاہ ہو جاؤ تو پھر تمہارا حق ہے کہ دوسروں کی کتابوں کو بھی پڑھو۔ اور اگر تمہیں اپنے مذہب کی تعلیم پر غور کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تمہارا مذہب سچا نہیں تو تمہارا فرض ہے کہ تم سچائی کی کسی اور مذہب میں تلاش کرو تا کہ اگر تم سچ پر قائم نہیں تو کم از کم تم خدا سے یہ کہہ سکو کہ تم نے سچ کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔

میں اس بارہ میں جماعت کے اندر بیداری پیدا کرنے کے لئے انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ہر سال ایک ہفتہ ایسا منایا کریں جس میں وہ جماعت کے افراد کے سامنے مختلف تقاریر کے ذریعہ نہ صرف اپنی جماعت کے عقائد بیان کیا کریں بلکہ یہ بھی بیان کیا کریں کہ دوسروں کے کیا اعتراضات ہیں اور ان اعتراضات کے کیا جوابات ہیں؟ ہر مسجد میں اس قسم کی تقریریں ہونی چاہئیں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہیئے کہ لوگ یہ یہ اعتراضات کرتے ہیں اور ان اعتراضات کے یہ جوابات ہیں۔ فرض کرو خلافت کا مسئلہ جس رنگ میں ہماری جماعت کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ غلط ہے تو کیوں کسی کا حق نہیں کہ وہ ہمیں سمجھائے۔ یا فرض کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تو جو شخص ہمیں سمجھاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں وہ ہمارا محسن ہے نہ کہ دشمن بشرطیکہ وہ شرارت

یا بددیانتی نہ کر رہا ہو مگر مشکل یہ ہے کہ ہمارے بعض مخالف سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ بات نہیں کرتے اور پھر جو حوالے پیش کرتے ہیں ان میں بھی دیانت سے کام نہیں لیا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ لکھا ہوتا ہے اور وہ کسی اور رنگ میں اسے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر وہ شرافت کے ساتھ اپنے عقائد کو پیش کریں تو ہم ان کی باتیں خوشی کے ساتھ سننے کو تیار ہیں۔

قادیان میں ایک دفعہ آریوں کے جلسہ پر دیانند کالج کے ایک پروفیسر صاحب آئے۔ ان دنوں مَیں اسی مسجد اقصیٰ میں درس دیا کرتا تھا۔ جلسہ سے فارغ ہو کر مجھے ملنے کے لئے اسی مسجد میں آ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ قادیان ایسا مقام ہے جس میں ہماری تعداد دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ پس یہاں آپ کا آنا اسی صورت میں فائدہ بخش ہو سکتا تھا جب آپ اپنے خیالات سے ہمیں آگاہ کرتے ورنہ آپ کے اپنے آدمی تو جانتے ہی ہیں کہ آپ کے کیا عقائد ہیں اور ان عقائد کے کیا دلائل ہیں۔ اگر یہاں آ کر بھی آپ نے اپنے آدمیوں کے سامنے ہی ایک تقریر کر دی تو اس کا کیا فائدہ ہوا۔ فائدہ تو تب ہوتا جب آپ ہمیں بتاتے کہ آپ کے مذاہب کی کیا تعلیم ہے؟ وہ کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے مگر میں نے سمجھا کہ آپ اپنے آدمیوں کو ہماری باتیں سننے کے لئے کب اکٹھا کر سکتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا یہ غلط ہے۔ مسجد ہمارا سب سے مقدس مقام ہوتا ہے اور پھر یہ مسجد تو وہ ہے جسے ہم مسجد اقصیٰ قرار دیتے ہیں۔ آپ آئیں اور اس مسجد میں تقریر کریں۔ میں اپنی جماعت کے دوستوں سے کہوں گا کہ وہ آپ کی تقریر کو سنیں۔ چنانچہ اس مسجد میں دیانند کالج کے پروفیسر صاحب نے تقریر کی اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے ان سے تبادلۂ خیالات کیا تو خیالات کا تبادلہ بڑی بابرکت چیز ہے۔ اگر ہماری جماعت التزام کے ساتھ دوسروں کے خیالات کو سنے، ان کے لٹریچر کو پڑھے اور ان کے دلائل کو معلوم کر کے ان کے جوابات کو جماعت کے ہر فرد کے ذہن میں اچھی طرح راسخ کر دے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کا ہر فرد ایمانی لحاظ سے اتنا مضبوط ہو جائے کہ کوئی شخص اسے ورغلا نہ سکے۔ اگر خدا تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اسے کوئی دھوکا دینا چاہے گا تو وہ فوراً ہوشیار ہو جائے گا اور کہے گا مجھے خوب معلوم ہے کہ تم

اعتراض کرنا چاہتے ہو تم بے شک اعتراض کرو مگر مجھے ان کے جوابات بھی معلوم ہیں اور ان جوابات کے مقابلہ میں تمہارے اعتراضات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفات کے متعلق اگر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ گھبرائے گا نہیں بلکہ ان کا جواب دینے کے لئے فوراً تیار ہو جائے گا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، اسلام کی صداقت، حضرت مسیح موعود کی نبوت اور جماعت احمدیہ کی حقانیت کے متعلق جب بھی کوئی اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا وہ عمدگی کے ساتھ اس کے وساوس کا ازالہ کر دے گا اور اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہو گا۔ یہ وہ مقام ہے جس پر اگر ہم اپنی جماعت کو کھڑا کر دیں تو ہم اس سے حقیقی نیکی کرنے والے ہوں گے۔ یہ کوئی نیکی نہیں کہ ہم پچاس یا ساٹھ یا سو آدمیوں کو دوسروں سے چھپا کر خدا تعالیٰ کے پاس لے جائیں کیونکہ خدا چوروں کی طرح دوسروں کی نظر سے چُھپ چُھپ کر آنے والوں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ان کو پسند کرتا ہے جو دھڑلّے سے سب کے سامنے آئیں اور عَلَی الْاِعْلَان آئیں۔ اگر تم خدا کے پاس ایک بھی ایسا شخص لے کر حاضر ہوتے ہو جسے دنیا کا کوئی آدمی گمراہ نہیں کر سکتا تو خدا بہت زیادہ خوش ہو گا بہ نسبت اس کے کہ تم سو یا ہزار ایسے آدمی اس کے سامنے پیش کرو جنہیں دوسروں کے عقائد سے بے خبر رکھا گیا ہو اور جنہیں چوری چُھپے اپنے مذہب میں شامل کر لیا گیا ہو۔ خدا تعالیٰ تعداد کی زیادتی کو دیکھ کر خوش نہیں ہو گا بلکہ وہ کہے گا کہ میں ان سَو یا ہزار کو کیا کروں۔۔۔۔۔ ان میں سے تو ہر شخص آسانی سے دوسروں کا شکار ہو سکتا اور گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں گر سکتا ہے۔

پس یاد رکھو خدا کے حضور وہی مقبول ہوتے ہیں جن کا ایمان عَلٰی وَجْہِ الْبَصِیْرَتْ ہو اور جو دوسرے کے ہر اعتراض کا جواب دینے کی طاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ 2 کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں سے کہہ دے کہ میری سچائی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تم جو باتیں کہتے ہو اس کی تمہارے اپنے آدمی کوئی دلیل نہیں جانتے۔ اس کے مقابلہ میں مَیں اور میرے پیرو ہر بات کی

دلیل رکھتے ہیں اس لئے ہم سچے ہیں اور تم سچے نہیں۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کا ایمان بصیرت پر قائم کریں اور یہ وہ ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہے اور ذمہ داری سے بچنا نیکی نہیں ہوتی بلکہ ذمہ داری کو ادا کرنا نیکی ہوتی ہے۔ پس ہمارے ذمہ یہ فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کو دینی مسائل سے آگاہ کریں اور انہیں ان مسائل میں ایسا پختہ کریں کہ انہیں کوئی گمراہ نہ کرسکے۔ اگر ہم افراد کی اس رنگ میں تربیت نہیں کریں گے اور پھر یہ امید رکھیں گے کہ کسی مخالف کی باتوں سے وہ متاثر بھی نہ ہوں تو یہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے کہتے ہیں کہ "آپے مَیں رجّی پُجی۔ آپے میرے بچے جیون۔" یعنی خود بخود گھر میں بیٹھے فرض کرلیا کہ ہمارا ہر فرد دینی مسائل سے آگاہ ہے اور پھر خود بخود یہ نتیجہ نکال لیا کہ اب انہیں کوئی گمراہ نہیں کرسکتا حالانکہ جب تک انہیں دوسرے کے لٹریچر کا علم نہیں ہوگا اور انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ اس کے اعتراضات کے کیا جوابات ہیں اس وقت تک بالکل ممکن ہے کہ وہ اس کا شکار ہوجائیں اور اس کی فتنہ انگیز باتوں سے متاثر ہوجائیں۔

پس ہماری جماعت کے افراد کو شکاری پرندے بننا چاہیئے۔ انہیں وہ باز بننا چاہیئے جو روحانی لحاظ سے اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا اور اسے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آتا ہے۔ چوہوں کی طرح اپنی بِلوں میں سر چھپانے والی قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی بلکہ کامیاب وہی قوم ہؤا کرتی ہے جو بازوں اور شِکروں کی طرح ہوتی ہے۔ مجھے حضرت خلیفۃ اول کے عہد میں جب کبھی باہر تقریر کے لئے جانا پڑتا تو مجھے یہ بات بیان کرتے وقت ہمیشہ مزا آجاتا کہ لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحبؑ کو شکست دے دی حالانکہ جب آپؑ نے دعویٰ کیا اس وقت آپؑ اکیلے تھے مگر جس طرح شیر بھیڑوں کے گلے پر حملہ کرتا اور ان میں سے کئی بھیڑیں اٹھا کر لے جاتا ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے ہزاروں نہیں لاکھوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب فرض کرو بھیڑیں ایک کروڑ ہوں اور شیر صرف ایک ہو لیکن وہ ان کروڑ بھیڑوں میں سے سو کو اٹھا کر لے جائے تو بہرحال فاتح شیر ہی کہلائے گا نہ کہ بھیڑیں۔ اسی طرح بے شک مخالف زیادہ ہیں اور احمدی کم۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا جس کثرت کے ساتھ

غیر احمدیوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آدمی کھینچے اس کا سینکڑواں حصہ بھی کوئی مخالف ہم میں سے لوگوں کو لے گیا۔ اگر نہیں تو کامیاب وہ کس طرح ہو گئے ؟ کامیاب تو وہی ہؤا جو اکیلا اٹھا اور لاکھوں کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اگر کوئی برگشتہ بھی ہؤا تو خدا نے اس کی جگہ ہمیں کئی مخلصین دے دیئے۔ قرآن کریم خود سچے سلسلہ کی صداقت کا معیار یہ بیان فرماتا ہے کہ اگر اس میں سے ایک شخص بھی مرتد ہوتا ہے تو اس کی جگہ ہم ایک قوم کو لے آتے ہیں 3 اور ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا یہ سلوک ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا ہے۔ پس یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ کیونکہ ہم تھوڑے ہو کر جیتتے چلے جاتے ہیں اور وہ زیادہ ہو کر ہارتے چلے جاتے ہیں۔ آخری زمانہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام امرتسر تشریف لے گئے تو بڑی سخت مخالفت ہوئی اور لوگوں نے آپؑ پر پتھر پھینکے۔ ان دنوں امرتسر میں ہماری جماعت کے ایک دوست تھے جو کچھ پڑھے لکھے تو نہیں تھے مگر یوں سمجھدار آدمی تھے۔ پرانے زمانہ میں ایک دستور تھا جسے شاید آجکل کے احمدی نہ جانتے ہوں اور وہ یہ کہ جب لڑکے والے لڑکی لینے جاتے تھے تو جو مستورات لڑکی والوں کے گھر میں اکٹھی ہوتی تھیں وہ لڑکے والوں کو خوب گالیاں دیا کرتی تھیں۔ ان گالیوں کو پنجابی میں سٹھنیاں کہا کرتے تھے۔ وہ خیال کرتی تھیں کہ ان سٹھنیوں سے نکاح بابرکت ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب امرتسر تشریف لے گئے تو وہاں کے ایک رئیس محمد شریف صاحب کے ہاں ٹھہرے جو کشمیری خاندان میں سے تھے۔ لوگوں کو جب آپؑ کی آمد کا علم ہؤا تو انہوں نے آپؑ کو خوب گالیاں دیں، سیاپے کئے اور جہاں آپؑ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں بھی آ آکر گالیاں دیتے رہے۔ جب آپؑ وہاں سے تشریف لے آئے تو کسی مخالف نے اس احمدی سے کہا کہ دیکھا تمہارے مرزا کو کیسی گالیاں ملیں۔ وہ کہنے لگا گالیوں کا کیا ہے آخر تم میں سے ہی اتنے آدمیوں نے بیعت بھی تو کی ہے ؟ رہا گالیاں سو ان کا کیا ہے۔ سٹھنیاں تو تم نے دینی ہی تھیں کیونکہ مرزا صاحب تمہارے آدمی جو لے گئے۔ تو جو قوم خدا تعالیٰ کی برکت کے نیچے ہوتی ہے وہ لوگوں کو کھینچے چلی جاتی ہے۔ ہم دوسروں کے مقابلہ میں مال و دولت اور تعداد کے لحاظ سے بہت ہی کمزور ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغِ اسلام کے میدان میں ہمارا اس قدر رُعب ہے

کہ چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ایک کمیٹی اس غرض کے لئے بٹھائی گئی تھی کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ افریقہ میں عیسائیت کی ترقی کیوں رک گئی ہے؟ اس کمیٹی نے جو رپورٹ شائع کی ہے اس میں سات مقامات پر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ احمدی اب لوگوں کو عیسائی نہیں ہونے دیتے بلکہ جو عیسائی ہو چکے ہیں ان کو بھی ہم سے چھین کر لے جاتے ہیں۔ چرچ آف انگلینڈ کی سالانہ آمد ساٹھ کروڑ روپیہ تک ہے مگر ہمیں ہزاروں روپے بھی بمشکل میسر آتے ہیں اور پھر ہمیں ان ممالک میں کام کرنا پڑتا ہے جہاں سینکڑوں سال سے عیسائی اپنی تبلیغ کرتے چلے آرہے ہیں مگر باوجود اس کے سات جگہ انہوں نے تسلیم کیا کہ احمدیوں نے ان کی ترقی بند کر دی ہے۔ تو کثرت سے اس قسم کی مثالیں پائی جاتی ہیں جہاں عیسائیوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ احمدیت نے عیسائیت کو بڑھنے سے روک دیا ہے۔ حالانکہ عیسائی چالیس کروڑ کے قریب ہیں۔ پھر انہیں حکومت حاصل ہے، ان کے پاس روپیہ اور طاقت ہے مگر پھر بھی ہر جگہ انہیں شکست ہوتی چلی جاتی ہے۔ ابھی سیر الیون میں مَیں نے اپنا ایک مبلغ بھجوایا تھا جس کی رپورٹیں الفضل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان رپورٹوں میں بھی یہی لکھا ہوتا ہے کہ فلاں عیسائی رئیس مسلمان ہو گیا اور فلاں معزز عیسائی نے اسلام کا مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پادریوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ کمشنر کے پاس پہنچے اور پہلے تو یہ کہا کہ یہ باغی ہیں اور پھر یہ شور مچایا کہ ان کی تقریروں سے ملک میں فتنہ پیدا ہوتا ہے انہیں روکا جائے۔ اس پر ہمارے مبلغوں نے جب اصل حقیقت بتائی تو کمشنر نے کہا کہ میں اب اس علاقہ کا دورہ کروں گا اور پادریوں کو ڈانٹوں گا کہ وہ آپ لوگوں کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کیوں کرتے ہیں۔ اگر انہیں مقابلہ کا شوق ہے تو مذہبی رنگ میں مقابلہ کر لیں۔ یہی حال یہاں ہے۔ چنانچہ کوئی سال ایسا نہیں گزرتا جس میں چار پانچ ہزار کے قریب آدمی ان میں سے نکل کر ہم میں شامل نہ ہو جاتے ہوں لیکن ہم میں سے شاذونادر کے طور پر ہی کوئی ادھر جاتا ہے اور اگر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور کوئی آدمی بھجوا دیتا ہے۔ یہ فوقیت اور برتری جو ہماری جماعت کو حاصل ہے درحقیقت اس علم کی وجہ سے ہے جو جماعت کو دیا جاتا ہے اور جس کے بعد کوئی شخص دوسروں کے فریب میں نہیں آتا۔

پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کو دوسروں کے دلائل سے آگاہ رکھیں اور ہر فرد کے یہ ذہن نشیں کریں کہ دوسرا کیا کہتا ہے اور اس کے اعتراضات کا کیا جواب ہے اور مَیں اس غرض کے لئے انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ سے کہتا ہوں کہ وہ سال میں ایک ایسا ہفتہ مقرر کریں جس میں ان کی طرف سے یہ کوشش ہو کہ وہ جماعت کے ہر فرد کو نہ صرف اپنی جماعت کے مسائل سے آگاہ کریں بلکہ یہ بھی بتائیں کہ دوسروں کے کیا کیا اعتراضات ہیں اور ان اعتراضات کے کیا کیا جوابات ہیں۔ یہ تعلیم کا سلسلہ زبانی ہونا چاہیئے اور پھر زبانی ہی ان کا امتحان بھی لینا چاہیے۔ تا جماعت میں بیداری پیدا ہو اور وہ دوسروں کے ہر حملہ سے اپنے آپ کو پوری ہوشیاری سے بچا سکے مگر یہ نہ ہو کہ تم اپنی کتابیں پڑھنی چھوڑ دو اور دوسروں کی کتابیں پڑھنے میں ہی مشغول ہو جاؤ۔ پہلے اپنے سلسلہ کی کتابیں پڑھو، ان کو یاد کرو، ان کے مضامین کو ذہن نشین کرو اور جب تم اپنے عقائد میں پختہ ہو جاؤ تو مخالفوں کی کتابیں پڑھو اور سب کے سامنے پڑھو بلکہ عَلَی الْاِعْلَان پڑھو اور پھر مخالف دلائل کا پوری مضبوطی سے ردّ کرو اور دوسروں کے مقابلہ میں ایک شیر کی طرح کھڑے ہو جاؤ تا تمہارے متعلق کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ دوسرا تمہیں ورغلا سکے گا بلکہ جب وہ تمہیں چھیڑے تو ہر شخص کا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہو کہ اب تم ضرور کوئی نہ کوئی شکار پکڑ کر لے آؤ گے۔ پس تم اپنے آدمیوں کو شیر کی طرح دلیر بناؤ انہیں بِلوں میں چھپنے والے چوہے نہ بناؤ۔ تم تجربہ کے بعد خود بخود دیکھ لو گے کہ اس کے بعد جماعت روحانی لحاظ سے کتنی مضبوطی حاصل کر لیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس سچائی ہے تو ہمیں مخالف کی کسی بات کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ وہ لاکھ اعتراض کرے خدا اس کے تمام اعتراضات کو باطل کر دے گا۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ مخالف خواہ کیسا ہی اعتراض کرے خدا تعالیٰ اس کا کوئی نہ کوئی جواب ضرور سمجھا دیتا ہے۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا چھوٹی مسجد میں ایک شخص آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔ میں نے کہا کرو۔ وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ آپ مرزا صاحبؑ کی صداقت قرآن کریم سے ثابت کریں۔ میں نے کہا سارا قرآن مرزا صاحبؑ کی

صداقت سے بھرا پڑا ہے۔ میں کس کس آیت کو پڑھوں۔ وہ کہنے لگا آخر کوئی آیت تو پڑھیں۔ میں نے کہا جب ہم نے کہہ دیا ہے کہ سارا قرآن ہی آپؑ کی صداقت سے بھرا ہؤا ہے تو کسی ایک آیت کا سوال ہی کیا ہے۔ تم خود کوئی آیت پڑھ دو میں اسی سے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ قرآن کی بعض آیتیں لمبے چکر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت بنتی ہیں اور بعض آیتوں سے سیدھے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہو جاتی ہے مگر مجھے یقین تھا کہ خدا اس کی زبان پر کوئی ایسی آیت ہی لائے گا جس سے وہ فوراً پکڑا جائے گا۔ چنانچہ اس نے جھٹ یہ آیت پڑھ دی کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ 4 اور کہا کہ اس سے مرزا صاحبؑ کی صداقت ثابت کیجئے۔ میں نے کہا اس آیت میں کن لوگوں کا ذکر ہے۔ کہنے لگا مسلمانوں کا۔ میں نے کہا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان بگڑ سکتے تھے تو اب کیوں نہیں بگڑ سکتے اور جب آج بھی مسلمان بگڑ سکتے ہیں تو ان کی اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے کسی کو آنا چاہیے یا نہیں؟ تمہاری دلیل یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مصلح اور مامور کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض لوگ گمراہ تھے اور جب آپؐ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ گمراہ تھے تو آپؐ کے بعد تو بدرجۂ اولیٰ مسلمان گمراہ ہو سکتے ہیں اور جب گمراہ ہو سکتے ہیں تو لازماً خدا کی طرف سے مصلح بھی آ سکتا ہے پس یا تو یہ مانو کہ امتِ محمدیہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتی اور اگر ایسا کہو تو یہ قرآن کے منشا کے خلاف ہو گا کیونکہ جو آیت تم نے پڑھی ہے اس میں یہی ذکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مُنہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں مگر حقیقت میں وہ مومن نہیں اور جب امتِ محمدیہ گمراہ ہو سکتی ہے تو اس کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور بھی آ سکتا ہے۔ یہ بات جو میں نے اس کے سامنے کہی یونہی مشغلہ کے طور پر نہیں کہہ دی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ہے۔ جس طرح تورات کا جتنا سچا حصہ ہے وہ سارے کا سارا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے، جس طرح انجیل کا جتنا سچا حصہ ہے

وہ سارے کا سارا رسول کریم ﷺ کی صداقت کا ثبوت ہے اسی طرح قرآن سارے کا سارا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ قرآن سارے کا سارا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ قرآن سارے کا سارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ہے جس طرح قرآن سارے کا سارا رسول کریم ﷺ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ[5] یعنی قرآن اور محمد ﷺ میں کوئی فرق نہیں بلکہ قرآن کی ہر آیت محمد ﷺ کی صداقت ثابت کرتی ہے۔

پس جماعت میں بیداری پیدا کرو، انہیں دینی اور مذہبی مسائل سکھاؤ، انہیں دوسروں کے خیالات کو پڑھنے دو اور اگر وہ خود نہیں پڑھتے تو خود انہیں پڑھ کر سناؤ اور پھر ان کے ہر اعتراض کا انہیں جواب بتاؤ، مگر بالعموم ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ اپنے جواب کو تو مضبوط رنگ میں بیان کیا جاتا ہے اور دوسروں کے اعتراض کو بودا کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ اصل اعتراض کو دیکھتے ہیں تو خیال کر لیتے ہیں کہ ہمارے لوگ بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ طریق بالکل غلط ہے تمہیں چاہیئے کہ مخالف کی دلیل کو پوری مضبوطی سے بیان کرو اور اس کا کوئی پہلو بھی ترک نہ کرو تا اپنے اور بیگانے یہ نہ کہہ سکیں کہ اعتراض کے ایک حصہ کو تو لے لیا گیا ہے اور دوسرے حصوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

مَیں ایک دفعہ لاہور گیا اور وہاں "مذہب کی ضرورت" پر مَیں نے ایک تقریر کی۔ ابتدائی تقریر میں مَیں نے بیان کیا کہ مذہب پر آجکل کیا کیا حملے کئے جا رہے ہیں اور کون کون سے اعتراضات کئے جاتے ہیں جن کی رو سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دنیا کو مذہب کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد میں نے ان تمام اعتراضات کے جواب دیے۔ اسی دن شام کو یا دوسرے دن ایک ایم اے کا غیر احمدی سٹوڈنٹ مجھے ملنے کے لئے آیا اور کہنے لگا میں نے کل آپ کی تقریر سنی ہے آپ نے جو اعتراضات بیان کئے تھے وہ تو اتنے زبردست تھے کہ میں نے سمجھا کہ جتنے اعتراض مذہب پر کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب بیان کر دیے گئے ہیں مگر آپ کے بعض جوابات سے میری تشفّی نہیں ہوئی۔ میں نے اسے کہا کہ اپنی تشفّی کو

سرِ دست رہنے دو مگر یہ بتاؤ کہ کوئی اعتراض میں نے چھپایا تو نہیں۔ کہنے لگا ہم نے تو جس قدر اعتراضات مذہب کے متعلق سنے ہوئے تھے وہ سب کے سب آپ نے بیان کر دیئے ہیں۔ مَیں نے کہا تو خیر جواب کسی اور وقت سمجھ آ جائیں گے۔ تو مخالف کے دلائل کو پورے طور پر کھول کر بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً کفارے کا مسئلہ ہے۔ اسے جس رنگ میں ہمارے علماء کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے وہ بالکل اور ہے۔ آجکل عیسائی کفارہ کو اس طریق پر پیش نہیں کرتے بلکہ انہوں نے آہستہ آہستہ اسے فلسفیانہ مضمون بنا دیا ہے۔ اسی طرح تناسخ کا مسئلہ بیان کرتے وقت عام طور پر سنی سنائی باتیں بیان کر دی جاتی ہیں حالانکہ جس رنگ میں آجکل تناسخ کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے وہ بالکل اور ہے۔ اسی طرح شرک کے مسئلہ کو فلسفیانہ رنگ دے دیا گیا ہے مثلاً فلسفی دماغ والے بت پرست آجکل یہ نہیں کہتے کہ ہم ان کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ قائم رکھنے کے لئے بت کی طرف اپنا مُنہ کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ یہ بت خدا کی بعض صفات کے قائمقام ہیں۔ اب اگر شرک کے مسئلہ کو صرف اسی رنگ میں بیان کر دیا جائے کہ بعض لوگ خدا کی بجائے بتوں کی پرستش کرتے ہیں تو اس سے بت پرستوں کی پوری تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس مخالفین کے اعتراضات کو کھول کھول کر بیان کرنا چاہیے اور ان کے اعتراض کی کسی شق کو چھپانا نہیں چاہیے۔ اس اعتراض کے لئے میں نے اعلان کیا ہے کہ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کو ہر سال ایک ہفتہ ایسا منانا چاہیئے جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت، خلافت اور دیگر مسائل اسلامی کے متعلق احمدیت کے عقائد کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے اور پھر بتایا جائے کہ ان اعتقادات پر مخالفین کی طرف سے یہ یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں اور ان اعتراضات کے یہ یہ جوابات ہیں۔ اس کے بعد لوگوں کا زبانی امتحان لیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ انہوں نے ان باتوں کو کہاں تک یاد رکھا ہے۔ چونکہ صرف ایک ہفتہ میں ان تمام مسائل کے متعلق جماعت کے دوستوں کو پوری واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے ہر سال یہ طریق جاری رہنا چاہیے اور کبھی کوئی مسائل بیان کر دیئے جائیں اور کبھی کوئی۔ یہاں تک کہ

ہماری جماعت کا ہر فرد اتنا ہوشیار ہو جائے کہ اگر اسے کسی وقت مخالفین کی لائبریری میں بھی بٹھا دیا جائے تب بھی وہ وہاں سے فاتح ہو کر نکلے مفتوح اور مغلوب ہو کر نہ نکلے۔"

(الفضل 17 اگست 1960ء)

---

1 النسآء: 172

2 یوسف: 109

3 من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم۔ (المائدۃ: 55)

4 البقرۃ: 9

5 مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 91 مطبوعہ 1313ھ